ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.4.2025

خود نوشت سوانح میں ذات کا بیانیہ: ادبی جمالیات اور نفسیاتی اظہار کا باہمی رشتہ

غلام سرور

اسکالر ایم ایس اردو، سپیریئر یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر کلیم اختر قیصرانی

اسسٹنٹ پروفیسر سپیریئر یونیورسٹی، لاہور

محمد بوٹا شاہ

اسکالر ایم ایس اردو، سپیریئر یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Literature expresses human's emotions. Through all literature anyone can expresses his/her own personality. All categories of literature are good to express one's views, emotions, expressions, experiences etc of life. But autobiography is an important, popular and authentic genere of biography. Biography is a story of a person written by another person. Autobiography is best, because in that case a person writes his own story, so he does not face any difficulty about the information of life. Autobiography is not only a story of a person's life, but it contains great work, moral and inspirational events of a person. Many autobiographies provide guideline and good lesson for others. Autobiography is a great term for expessing a personality of any greatman.

مجوزہ مقالہ کا عنوان ہے "ادب اور اظہار ذات کی خواہش خود نوشت سوانح عمری کے تناظر میں"۔ موجودہ دور ایسا دور ہے جس میں ہر کوئی اپنی ذات کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ اپنی ذات کے اظہار کے لیے لوگ مختلف ذرائع اپناتے رہے اور آج بھی اپناتے ہیں۔ ماضی میں تذکروں، ڈائری، بیاضوں وغیرہ کی مدد سے کسی کی شخصیت کے بارے میں معلومات لی جاتی تھی۔ پھر انٹرویو وغیرہ کے ذریعے بھی اپنی ذات کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی رہیں۔

اصناف ادب میں بہت سی اصناف اظہار ذات کا ذریعہ ہی رہی اور آج بھی ہیں۔ ویسے تو پورا ادب ہی ذات کا اظہار کرتا ہے۔ مگر تمام اصناف میں سے سوانح کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ سوانح میں خود نوشت اور سوانح عمری دونوں شامل ہیں۔ مگر خود نوشت یا آپ بیتی کو اپنی ذات اور اپنے تجربات و خیالات کو پیش کرنے کا بہترین ذریعہ مانا جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ مصنف ایمانداری اور صداقت سے کام لے۔ اس مضمون میں کچھ آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کو مختصراً پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر مصنف دیانتداری اور سچائی سے کام لے تو خود نوشت سے اچھی کوئی صنف نہیں جو کسی کی ذات کا آئینہ پیش کر سکے۔ مگر اس میں جب صداقت اور دیانتداری کا پہلو چھوڑ دیا جائے تو سوانح اپنا مقام کھو دیتی ہے۔ اردو ادب میں بہت سی اچھی آپ بیتیاں بھی موجود ہیں جن میں مصنف نے صاف گوئی سے کام لیا ہے اور کچھ ایسی بھی ملتی ہیں جن میں مبالغہ آرائی یا تعصب سے بھی کام لیا گیا ہے۔ مگر مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ بیتی کسی بھی فرد کی ذات کا بہترین آئینہ پیش کرتی ہے۔

ادب عربی زبان کا لفظ ہے، عربی میں اس کے معانی لحاظ، تہذیب اور شائستگی کے ہیں۔ انگریزی میں ادب کے لیے لٹریچر (Literature) لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ہر قوم اور معاشرہ اپنے مطابق ادب کی تخلیق کرتا ہے کیوں کہ ہر معاشرے کی بقا کے لیے ادب کا ہونا ضروری ہے۔ ادب انسانی زندگی میں اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے جتنے دوسرے علوم۔ ادب انسان کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ کیسے اپنے رویے اور کردار کو دوسروں کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ادب کیا ہے؟ تو اس کا جواب ایک فقرے میں نہیں سمیٹا جا سکتا جس طرح ہر کسی کی زندگی کے مفہوم کے بارے میں مختلف رائے ہے تو اسی طرح ادب کے مفہوم کے بارے میں بھی مختلف آرا ملتی ہیں مثلاً میتھو آرنلڈ کے نزدیک وہ تمام علم جو کتب کی مدد سے ہمیں فراہم کیا جاتا ہے ادب کہلاتا ہے۔ کارڈینل نیومین کے مطابق انسانی افکار، خیالات اور احساسات کا اظہار زبان اور الفاظ کی مدد سے جب کیا جاتا ہے تو وہ ادب کہلاتا ہے۔ اسی طرح کسی ادیب کے نزدیک ادب انسانی زندگی کا بہترین ترجمان ہے تو کسی کے نزدیک ادب انسانی زندگی کی ترجمانی سے بڑھ کر زندگی کی تنقید اور تفسیر بھی پیش کرتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اطہر پرویز اپنی کتاب ''ادب کا مطالعہ ''میں رقم طراہیں:

''ادب اس تحریر کو کہتے ہیں جس میں روزمرہ کے خیالات سے بہتر خیالات اور روزمرد کی زبان سے بہتر زبان کا اظہار ہوتا ہے ادب انسانی تجربات کا نچوڑ پیش کرتا ہے۔ انسان دنیا میں جو کچھ دیکھتا ہے؛ جو تجربات کا نچوڑ ہے؛ جو سوچتا سمجھتا ہے؛ اس کے رد عمل کا اظہار ادب ہے۔(1)

یعنی ادب ہر وہ تحریر ہو گی جو روزمرہ کے خیالات سے بہتر خیالات کا بہتر زبان میں اظہار کرے گی۔ زندگی کے تمام تجربات کا نچوڑ ادب میں پیش کیا جاتا ہے۔ ادب انسانی روح، اس کے جذبات اور تاریخ وثقافت کا ریکارڈ رکھتا ہے۔ ادب الفاظ کی خوب صورتی اور سچائی میں زندگی کو بیان کرتا ہے۔ ادب کا معنی صرف مسرت حاصل کرنے تک ہی محدود دونہیں بلکہ یہ انسان کے اندر کی تخلیقی صلاحتیں پیدا کرنے، اپنے خیالات کا اظہار کرنے اور دوسروں کے خیالات و نظریات کو سمجھنے کا ایک قیمتی آلہ ہے۔

اگر ادب کی تخلیق کو روک دیا جائے تو انسان احساس کے تنوع سے بے خبر ہو جائے۔ سوچنے کی راہیں محدود ہو جائیں اور انسان ماضی سے لاتعلق ہو جائے۔ یہ ادب ہے جو انسانوں کو اپنے سماج اور ثقافت کے ادراک خیال، عقیدے اور تجربے کی مجموعی پیچیدگی سے آگاہ کرتا ہے۔ انگریزی نقاد ہڈسن نے ادب کی تشکیل میں چار اہم عناصر بتائے ہیں۔ عقلی وذہنی، تخلیقی عنصر، جذباتی عنصر، تکنیکی وفنی عنصر۔ اول الذکر تینوں عناصر رہنمائی کرتے ہیں کہ ادب پارے میں کیا بات کہی گئی ہے جبکہ سب سے آخری عنصر یہ بتاتا ہے کہ بات کو کس انداز سے پیش کیا جائے۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ''ادب کا مقصد ''میں ادب کو یوں بیان کرتے ہیں:

''ادیب کے دل ودماغ کا غیر معمولی حالت میں ہونا ادب کی تخلیق کے لیے اول شرط ہے کیونکہ جذبات اور احساسات میں ہیجان یا غیر معمولی سکون اس وقت بیدار ہو گا جب انسان کی ذہنی کیفیت غیر معمولی ہو اور اسی وقت کے نطق سے جو فشار ہو گا وہی ادب ہوا کہلائے گا۔''(۲)

یہ ادب ہی ہے جو انسان کی اخلاقی تربیت کرتا ہے۔ معاشرتی بنیادوں کو مضبوط بناتا ہے۔ انسان کو اطمینان کی دولت عطا کرتا ہے۔ انسان اپنی اصل عروج کو پہنچتا ہے ۔ادب معاشرے میں بلند اور ارفع اقدار کو رائج کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ ادب ثقافت کا علمبردار ہوتا ہے اور معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتا ہے۔ ادب انسان کو سکھاتا ہے کہ زندگی کو کیسے جینا ہے؟ ادب معاشرے میں بداخلاقی اور برائیوں کے خاتمے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

لفظ ''اظہار'' کے معنی ہیں سامنے آنا، دکھائی دینا، واضح کرنا وغیرہ اور ذات کے معنی اپنا آپ یا اپنی ہستی کے ہیں۔ اپنے مقام ومرتبہ یا خیالات کا اظہار کرنا اظہار ذات ہے۔ ہر انسان اپنے اندر فطری خواہش رکھتا ہے کہ اس کی صلاحیتوں اور شخصیت کو سراہا جائے۔ یہ خواہش کچھ افراد میں کم ہوتی ہے اور کچھ افراد میں زیادہ۔ یہ خواہش انسان کے لیے بچپن سے ہی ہوتی ہے۔ انسان جب اپنی ذات کے اظہار کا ارادہ کرتا ہے تو مختلف صورتیں اور ذرائع اختیار کرتا ہے۔ انسان اپنے جذبات واحساسات اور خیالات کا اظہار زبانی بھی کرتا ہے اور تحریری شکل میں بھی۔ اگر تحریری طریقہ کار کی بات کی جائے تو بہت سے تخلیق کار ہیں وہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی لوگوں میں زندہ ہیں۔ جس طرح ہر انسان کا بولنے چالنے، گفتگو کرنے، چیزوں کو محسوس کرنے وغیرہ میں الگ انداز ہوتا ہے اسی طرح مصنفین کا کچھ بھی تخلیق کرتے وقت الفاظ کے چناؤ سے لے کر فقروں کو ترتیب دینے تک الگ الگ انداز ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ادب میں مختلف اصناف ہیں۔ جن کے ذریعے تخلیق کار آپ ذات کا اظہار یا زندگی کے تلخ تجربات پیش کرتا ہے۔

ان اصناف میں شعری اور نثری دونوں اصناف شامل ہیں۔ کچھ تخلیق کار شاعری کی زبان میں اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کر کے شاعر کا لقب اختیار کر لیتے ہیں۔ کچھ تخلیق کار نثری حصے کا سہارا لیتے ہیں جس میں ناول افسانہ، ڈرامہ، آپ بیتی، سوانح عمری، خاکہ نگاری وغیرہ شامل ہیں۔ ویسے تو انشائیے کی تمام اصناف ہی بہترین ہیں مگر جب اظہار ذات کی بات کی جائے تو سوانح عمری اور آپ بیتی سے بڑھ کر ادب کی کوئی قسم نہیں ہو سکتی۔ سوانح عمریاں لکھنے کا رواج اردو ادب میں مولانا حالی سے ہوا۔ انہوں نے ہی اردو میں اس صنف کو متعارف کروایا۔ ان کے بعد آج تک اردو ادب میں یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اگر اردو کے علاوہ سوانح نگاری کی بات کی جائے تو ویسے تو یہ طریقہ کار قدیم زمانے سے ہے لیکن یہ رواج پہلے یہودیوں کے ہاں ملتا ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے قدما کے حالات زندگی جمع کرنے کا آغاز کیا تھا۔ اس کے بعد یونانیوں نے اس صنف کو اپنایا۔ مغرب کا سب سے پہلا سوانح نگار جوزف فلیوس ہے۔ اس نے یہودیوں، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے حالات پر لکھا اور اپنی سوانح نگاری کے فن کی بنیاد رکھی۔

سوانح نگاری اور دوسری اصناف نثر میں فرق ہے۔ اس صنف میں کسی ایک کردار سے متعلق ہی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں اور کردار کے لیے بھی شرط ہے کہ وہ حقیقی ہو اور کسی حد تک قدر و قیمت کا حامل بھی۔ اردو میں سوانح نگاری کی بات کی جائے تو یہ انگریزی سوانح نگاری سے خاصی متاثر نظر آتی ہے۔ سوانح نگاری پر مزید بات کرنے سے پہلے اس کے مفہوم کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں (سوانح نگاری) بایوگرافی کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"کسی شخص کے ذریعے لکھی گئی فرد کی زندگی کی کہانی۔"

(۳).The History of Particular men's lives

اظہار ذات کے دو طریقے ہیں یا تو کوئی اپنی شخصیت کا اظہار خود کر دے یا پھر کسی اور نے کسی کی شخصیت اور حالات زندگی کو قلم بند کیا۔ پہلی شکل آپ بیتی کہلائے گی جبکہ دوسری شکل جگ بیتی کہلائے گی۔ آپ بیتی اور جگ بیتی سوانح ہی کے دو روپ ہیں۔

ڈرائیڈن نے سب سے پہلے ۱۹۸۳ء میں لفظ سوانح عمری کو مخصوص افراد کی زندگیوں کی تاریخ قرار دیا ہے۔ جانس سوانح عمری کو یوں بیان کرتے ہیں (ترجمہ):

"سوانح عمری مختلف قسم کی ایسی بیانیہ تحریر ہے جسے بڑی رضامندی کے ساتھ پڑھا جائے اور بڑی آسانی کے ساتھ زندگی کے مقاصد تک جس کی رسائی ہو۔(۴)

چنانچہ سوانح نگار کسی انسان کی پیدائش، تعلیم و تربیت، زندگی، خاندان اور وفات وغیرہ کے بیان تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ وہ فرد کے ظاہر و باطن، عادات و اطوار اور نفسانی کیفیات، زندگی کی کے نشیب و فراز وغیرہ تک بھی رسائی حاصل کرتا ہے۔

کارلائل سوانح حیات کو فرد کی داستان حیات قرار دیتا ہے جبکہ ایمرسن کہتا ہے کہ جب کوئی عظیم تر انسان زندگی کی تشریح کرتا ہے تو سوانح عمری وجود میں آتی ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں سوال کو ادب کی ایک شاخ بتایا گیا ہے یعنی سوانح عمری میں بھی دوسری اصناف کی طرح ادبیت اور حسن ترتیب کو بھی مد نظر رکھا جائے گا۔ پہلے پہل تو سوانح عمری کو بھی تاریخ کا حصہ سمجھا جاتا تھا مگر بعد میں اس کو باقاعدہ الگ صنف کا درجہ دے دیا گیا۔ سوانحی ادب میں مرکزی اہمیت فرد کو حاصل ہے۔ تاریخ میں تو مختلف شخصیات کے کارناموں اور عروج و زوال کی داستان ہوتی ہے جب کہ سوانح حیات صرف ایک فرد یا ذات کی تاریخ ہوتی ہے۔

سوانح نگار کو قلم کی مکمل آزادی ہونی چاہیے۔ سوانح نگار کو غیر جانب داری سے کام لینا چاہیے۔ اس طرح سے کسی کی شخصیت کو سامنے لانا چاہیے کہ اس کی فطرت اور سیرت کا کوئی پہلو پوشیدہ نہ رہ جائے۔ اس کے علاوہ سوانح نگار کو تعصب اور جذباتی پن سے بھی کام نہیں لینا چاہیے۔

سوانح حیات کسی بھی شخصیت کی ذات کو پیش کرنے کے لیے اہم صنف ہے۔ مگر فن سوانح میں آپ بیتی، سوانح حیات سے بھی آگے ہے۔ آپ بیتی میں مصنف خود اپنی ذات کا عکس پیش کر رہا ہوتا ہے نہ تو اس کو مواد کی فراہمی کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے اور نہ ہی کسی واقعے کی تحقیق کے لیے مصنف کو بہت سا وقت لگانا ہوتا ہے۔ اردو زبان میں اب تک کم و بیش چار سو سے زائد آپ بیتیاں تحریر کی جا چکی ہیں کیونکہ جہاں لوگ افسانوں اور ناولوں میں دلچسپی رکھتے ہیں وہیں آج کل لوگ آپ بیتیوں یا سوانح حیات کا بھی کافی ذوق رکھتے ہیں۔ اس کی مدد سے لوگوں کو دوسروں کی زندگی سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

اپنی ذات کے بارے میں اظہار خیال کرنا اور اپنی زندگی کے تجربات کو بھی دوسروں تک بھی پہنچانے کا سلسلہ بہت قدیم ہے۔ آپ بیتی سے پہلے تذکرے اور اولیا و صوفیائے کرام کے مکتوبات بھی آپ بیتی کے مبہم نقوش پیش کرتے ہیں۔ آپ بیتی لکھنا بظاہر ایک آسان کام لگتا ہے مگر حقیقت میں یہ ایک مشکل کام ہے۔ اچھی آپ بیتی اس وقت تخلیق ہو سکتی ہے جب مصنف واقعات کو صحیح تناظر میں پیش کرنے، غلط روایات اور غلط فہمیوں دور کرنے اور اپنے ذاتی تجربات سے دوسروں کو مستفید کرنے کا صداقت والا جذبہ رکھتا ہو۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

آپ بیتی میں تو فرق نہیں آسکتا کیونکہ وہ لکھنے والا خود ہی اپنے حالات زندگی لکھ رہا ہوتا ہے۔ مگر سوانح عمری کو کسی بھی صورت حرف آخر نہیں مانا جاسکتا۔ سوانح عمری میں درج کی گئی معلومات کسی دوسرے فرد کے متعلق ہوتی ہیں عین ممکن ہے کہ اگر اسی شخصیت کی سوانح کوئی اور سوانح نگار لکھے تو دونوں میں تضادات نظر آئیں۔ آپ بیتی کسی شخص کی ایسی داستان حیات ہوتی ہے جو اس نے از خود قلم بند کی ہوتی ہے تو اس میں ایسے مسائل دیکھنے کو نہیں ملتے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں آپ بیتی کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

(۵).The Story of person's life written by that person

آپ بیتی میں مصنف اپنے احساسات و خیالات اور جذبات و تجربات کا عکس پیش کرتا ہے۔ اس میں مصنف کی زندگی کے تمام تر واقعات شامل نہیں ہوتے بلکہ صرف وہ واقعات شامل ہوتے ہیں جس سے مصنف کی شخصیت نمایاں ہو۔ آپ بیتی کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے ہے کہ آپ بیتی لکھنے کا فن سوانح نگاری سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔

''خون بھا'' از حکیم احمد شجاع کو اردو کی آپ بیتیوں میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ آپ بیتی ایک سو بیالیس (۱۴۲) صفحات پر مشتمل حکیم صاحب کے خوب صورت اسلوب کا نمونہ ہے۔ یہ آپ بیتی مبالغہ آرائی سے پاک آپ بیتی ہے جس میں مصنف نے ہر قدم پر سچائی کا دامن نہیں چھوڑا۔ اس میں حکیم صاحب نے اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دی ہے۔ یہ آپ بیتی حکیم صاحب کے ذاتی عقائد و نظریات سے مکمل آگاہ کرتی ہے۔ انھوں نے اپنے ماضی کو دیسا ہی پیش کیا جیسا تھا۔ قیام پاکستان سے قبل کی آپ بیتیوں میں حکیم احمد شجاع کی آپ بیتی کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

''شاد کی کہانی، شاد کی زبانی'' از شاد عظیم آبادی (۱۹۵۸) ایک نئے انداز کی آپ بیتی ہے۔ اس کا مسودہ تو شاد نے خود تیار کیا لیکن وہ اسے اپنے نام کے ساتھ شائع نہیں کروانا چاہتے تھے۔ ان کا اصل نام سید علی محمد تھا۔ انہوں نے آپ بیتی میں صیغہ واحد متکلم کی بجائے صیغہ واحد غائب استعمال کیا ہے۔ انہوں نے یہ آپ بیتی اپنے ایک شاگرد مسلم عظیم آبادی کی طرف سے لکھی اور اس کا اظہار انھوں نے نواب عماد الملک بلگرامی کے نام ایک خط میں کیا۔ یہ خط بھی آپ بیتی کے اختتام پر شامل ہے۔ شاد لکھتے ہیں:

> ''میں نے اپنی سوانح تیس جزو میں لکھ کر اپنے قابل شاگرد کے سپرد کر دی ہے اور وصیت کر دی ہے کہ میرے مرنے کے بعد ضرور چھپوا کر عبرت کے لئے مشتہر کرنا۔''(۷)

اس آپ بیتی میں شاد نے سوانحی حالات کے ساتھ ساتھ اپنی نظم و نثر کی خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے اور اپنے فکر و فن کو بھی سراہا ہے۔ انہوں نے اس آپ بیتی میں اپنی شخصیت کو ایک عظیم شاعر اور نثر نگار کی حیثیت سے متعارف کروایا ہے۔

''جہان دانش'' از احسان دانش (۱۹۷۳) ایک شاعر مزدور کی کہانی ہے۔ احسان دانش کا اصل نام احسان الحق تھا۔ انہوں نے بچپن سے لے کر اپنے حالات و واقعات بیان کیے کہ کیسے غربت کی چکی میں پس کر بھی انہوں نے انتھک محنت جاری رکھی۔ انہوں نے اپنے حالات و واقعات کو اس انداز میں تحریر کیا کہ کہ پڑھنے والے کے دل و دماغ پر ایک اداسی کی کیفیت چھا جاتی ہے۔ وہ اپنی دردناک داستان حیات پیش کرتے ہوئے اصل میں اس سماج کی کہانی لکھتے ہیں جہاں بہت سے غریب گھرانوں میں آرزوؤں، امیدوں اور ارمانوں کے چراغ ذرہ سا چمک کر ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے حوصلے اور جوانمردی کے باعث اپنے غموں کا بیان کرتے ہوئے اپنی مظلومیت کا رونا نہیں روتے بلکہ دوسروں کو سختیوں کا کا مقابلہ کرنے کا ہنر سکھاتے ہیں۔ اپنی آپ بیتی میں لکھا ہے کہ ان کا علم اکتسابی کی بجائے تجرباتی ہے اور تجرباتی علم رکھنے والا ادیب اور مصنف مظاہر فطرت سے خوب لطف اندوز ہوتا ہے۔ ادیب مناظر نظر سے نہ صرف لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ وہ ان سے سبق بھی سیکھتا ہے۔ ایسا ہی مشاہدہ احسان دانش پیش کرتے ہیں:

> ''ایک دفعہ میری نظر سے یہ منظر بھی گزرا ہے کہ میں اپنے مکان کی بالائی چھت پر کھڑا ڈوبتے سورج کو دیکھ رہا تھا۔ آسمان کے مغربی حاشیے پر بینگنی رنگ کے ابر پارے سرگوشیاں کر رہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا فطرت سرے کی چٹانیں توڑ توڑ کر کناری بازار لگا رہی ہے اور ہر پکارے میں گوٹے ٹھپے کی جگہیں بدل رہی ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کرنوں کو ترستا ہوا سورج خون کے کنویں میں اتر گیا۔(۸)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

داستان عشق کے بیان میں کہیں بھی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔ شمعی سے تعلقات کی نوعیت پر مفصل گفتگو آپ بیتی کا ایک دلچسپ اور سبق آموز حصہ ہے۔ مزید انہوں نے اپنے عہد کے ادبی ماحول کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ احسان دانش نے جہاں انسانی نفسیات کا گہرا مشاہدہ پیش کیا ہے وہاں ایک عہد کے شعری، ادبی اور لسانی نظریات کو بھی پرکھنے کی بھرپور سعی کی ہے۔

آپ بیتی میں تو مصنف کو بہت سا مواد خود سے درکار ہوتا ہے۔ بس اس کو ایمانداری سے قلم سے گزارنے کی ضرورت ہے۔ اُردو میں آپ بیتی کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی چند ایک اوپر پیش کی گئی ہیں۔ آپ بیتی صرف کسی کی زندگی کے حالات وواقعات پر ہی منحصر نہیں ہوتی بل کہ اس سے دوسروں کو سیکھنے کو بھی بہت کچھ ملتا ہے۔

ہر انسان کی زندگی واقعات اور مسائل سے بھری ہوئی ہے۔ ہر واقعہ انسان کی زندگی کا اہم نہیں ہوتا۔ سوانح نگار کو سوانح عمری تحریر کرتے وقت ان ہی واقعات کا انتخاب کرنا ہوگا جس سے فرد کی ذات واضح ہو۔ اس سلسلے میں اگر نپولین کی سوانح عمری کی بات کی جائے تو عام انسان بس اس کی فتوحات کو ہی اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن سوانح نگار کے لیے وہ چھوٹے چھوٹے اختلافات بھی بہت اہم ہیں جو نپولین اور اس کے بھائی کے درمیان ہوتے رہے۔ اچھا سوانح نگار اہم ہیرو کی ذہنی کیفیت تک پہنچ کر اسے ٹٹولتا ہے اور اس کی شخصیت کے اتار چڑھاؤ کو گرفت میں لیتا ہے۔ انگریزی میں جانسن نے سوانح نگاری کی داغ بیل ڈالی۔

باسول نے جانسن کی سوانح لکھی ہے کہ اس نے جب جانسن کی سوانح لکھی تو فراخ دلی اور کشادہ قلبی سے کام لیا۔ اس نے سوانح کے تمام اجزا کو ایک وحدت میں پرو دیا۔ سوانح عمری کا مطالعہ کافی حد تک فرد کی زندگی کے گرد ہی گھومتا ہے، اس لیے بہت سارے غیر تاریخی واقعات بھی کوئی مفید نتیجہ پیش نہیں کرتے۔ جدید دور کے سوانح میں ہیرو کے حالات سے زیادہ سیرت پر نظر رکھی جاتی ہے عقیدت مندی اپنی جگہ پر مگر اس کی آڑ میں سوانح نگار کو حقائق سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے۔ باسول کی بات کریں تو ان کی کافی عرصہ جانسن سے رقابت رہی مگر جانسن کی سوانح تحریر کی تو بھرپور صداقت اور سچائی سے کام لیا۔

اگر حالی کی سوانح عمریوں کی بات کی جائے تو انہوں نے باسول کے بعد ہیرو کے واقعات اور زندگی پر زور دیا ہے۔ حالی شخصیات کے عناصر کو اس قدر کشادگی اور بے باکی سے بیان نہیں کر سکے جس طرح سے باسول نے پیش کیے تھے۔

اردو میں سوانح نگاری کی ابتدا تو الطاف حسین نے کی مگر ان کے بعد شبلی نعمانی نے جو سوانح عمریاں لکھیں وہ قابل تحسین ہیں۔ ادب کی باقی اصناف کی اہمیت سے بھی انکار نہیں مگر کوئی دوسری صنف اتنا نمایاں اور فوری اثر نہیں ڈال سکتی جتنا سوانح نگاری کا ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سوانح نگاری ہمیشہ سے اپنے زمانے کی ترجمانی کرتی رہی ہے۔

جہاں سوانح نگاری سے بڑھ کر کوئی دوسری صنف نہیں جس کے ذریعے مصنف اپنی ذات کا اظہار بہترین انداز میں کر سکتا ہے وہاں اس صنف کی کچھ خامیاں بھی ہیں۔ وہ یہ کہ مصنف اکثر یا تو مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے یا پھر بہت کچھ چھپانے کی کوشش کرتا ہے کہ لیکن اگر کوئی سوانح نگاری میں ایمانداری سے کام لے اور واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے تو پھر اس صنف کا مدمقابل کوئی اور صنف نہیں۔

اگر خود نوشت سوانح کی بات کی جائے تو یہ سوانح عمری سے بھی زیادہ مفید مواد فراہم کرتی ہے۔ بڑی بڑی شخصیات سیاست دانوں سے لے کر مفکرین، شعرا اور ادیب وغیرہ سب نے اپنے حالات قلم بند کیے ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی نے جو سوانح کتب تحریر کیں، ان میں حیات سعدی (۱۸۸۶)، یادگار غالب (۱۸۹۷) اور حیات جاوید (۱۹۰۱) شامل ہیں۔ اصل میں تو اردو میں سوانح نگاری کی ابتدا حالی نے ہی کی تھی۔ بعد میں تمام سوانح نگاروں نے حالی کے مرتب کردہ اصول وضوابط کو ہی اپنایا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالقیوم رقمطراز ہیں:

> ”حالی کے اثر سے سوانح صرف واقعات کی کھتونی نہیں رہی بلکہ انسانی زندگی اور اس کے مختلف پہلوؤں کی آئینہ دار بن گئی ہے۔ یہ ہی حال فن سوانح میں کارنامہ ہے اور اسی بنا پر انہیں اس فن میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔(۷)

حالی نے سب سے پہلے ”حیات سعدی“ لکھی۔ یہ سوانح نگاری اردو میں سوانح کا اولین نمونہ ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اس میں کچھ خامیاں بھی رہ گئیں، پھر بھی اس کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے کیونکہ اس سوانح نے اردو میں ایک نئی صنف متعارف کروائی۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

> ”حیات سعدی میں ذاتی جزئیات اور داخلی زندگی کی تفصیلات قدرتی طور پر کم ہیں۔“(۸)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

لیکن ان خامیوں کے باوجود یہ سوانح نگاری نظر انداز نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ اردو میں سوانح نگاری کی پہلی باقاعدہ کوشش ہے۔

"یادگار غالب" حالی کی دوسری سوانح عمری ہے۔ یہ سوانح انہوں نے مرزا اسد اللہ غالب پر لکھی ہے۔ غالب حالی کے استاد تھے۔ اس کتاب کے بھی "حیات سعدی" کی طرح دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ مرزا کی تاریخ پیدائش تعلیم و تربیت سے لے کر سرکاری ملازمت تک ہے۔ دوسرا حصہ مرزا غالب کے کلام کے تبصرہ پر مشتمل ہے۔ "یادگار غالب" ایک قابل تحسین سوانح عمری ہے۔ یہ نہ صرف اپنے مقصد کو کسی نہ کسی طرح سے پورا کرتی ہے بلکہ مرزا غالب کی زندگی کا ایک دلچسپ مرقع بھی نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے "وجہی سے عبدالحق تک" میں لکھا ہے:

> "یادگار غالب میں کئی خامیاں ہیں لیکن ابھی تک کوئی تبصرہ ایسا شائع نہیں ہوا جس میں اس سے کم خامیاں ہوں اور کم خامیوں پر کیوں اصرار کیجیے۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ سوانح عمری کے لحاظ سے اس سے بہتر کوئی کتاب لکھی ہی نہیں گئی۔ (۹)

حالی نے تیسری سوانح "حیات جاوید" کے نام سے لکھی۔ یہ سوانح عمری سرسید احمد خان کے متعلق لکھی گئی۔ یہ کتاب اردو کے سوانحی سرمایہ میں بلند مقام رکھتی ہے۔ سرسید احمد خان ایک معتبر شخصیت تھے۔ حالی نے ان کی سوانح عمری بہت ذمہ داری سے لکھی ہے۔ یہ کتاب بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں سرسید کی ولادت، خاندان اور باقی زندگی کے حالات تحریر کیے گئے ہیں۔ دوسرا حصہ سرسید احمد خان کے کارناموں پر روشنی ڈالتا ہے۔

سوانحی ادب میں خودنوشت یا آپ بیتی کو ایک معتبر صنف نرمانا جاتا ہے۔ خودنوشت اپنی ذات کے اظہار حقائق کا دوسرا نام ہے۔ "نقوش" کے مدیر محمد طفیل کے بقول:

> "آپ بیتی کسی انسان کی زندگی کے تجربات، مشاہدات محسوسات، نظریات اور عقائد کی ایک مربوط داستان ہوتی ہے جو خود اس نے بے کم و کاست اور راست قلم بند کر دی ہو جسے پڑھ کر اس کی زندگی کے نشیب و فراز معلوم ہوں۔ اس کے نہاں خانوں کے پردے اٹھ جائیں اور ہم اس کی خارجی زندگی کے سوا اس کی داخلی کیفیات کے حجرے میں بھی جھانک کر دیکھ سکیں۔" (۱۰)

یعنی آپ بیتی کسی انسان کی زندگی کے تجربات سے لے کر نظریات و عقائد تک کا احاطہ کرتی ہے۔ آپ بیتی کو پڑھ کر مصنف کی صرف خارجی کیفیات ہی نہیں بلکہ داخلی کیفیات تک بھی رسائی ممکن ہوتی ہے۔

"Encyclopedia Americana" میں آپ بیتی کی خصوصیات کے ضمن میں درج ہے:

> "Autobiography is literally a man's recording of his own life... Autobiography has been provoked by a variety of motives. It may be confessional in which a motive is to unburden one's self of feeling of guilt apologetic, in which the writer attempts to declare and to justify the course of his life or a particular action thereof, exploratory, when he uses the act of writing as an instrument of research and probing into his own hit here to unexamined behavioral patterns, or simply egocentric portraiture when the writer assumes that his life is worth sharing with ithers. (۱۱)

اردو میں آپ بیتی تخلیقی فن کی حیثیت اٹھارہویں صدی کے آخر میں حاصل کر پائی۔ اس سے پہلے میر تقی میر کی آپ بیتی "ذکر میر" اور واجد علی شاہ کی "آپ بیتی"، "پری خانہ" فارسی میں تصنیف کی گئی آپ بیتیاں تھیں۔ اردو آپ بیتی کی بات کی جائے تو اس میں ایک سے زیادہ آرا دیکھنے کو ملتی ہیں۔ "نقوش" لاہور میں علم الدین سالک نے تحریر کیا ہے کہ جعفر کی "کالا پانی" اردو کی پہلی آپ بیتی ہے جب کہ عبدالمجید قریشی کا کہنا ہے کہ جعفر تھانیسری کی آپ بیتی سے پہلے نواب صدیق حسن خان کی آپ بیتی موجود تھی جس کا نام تھا "البقا لمتن بالحن"۔ موجودہ دور میں جتنی بھی آپ بیتیاں موجود ہیں ان میں سب سے قدیم عبدالغفور نساخ کی "حیات نساخ" ہے۔ نساخ نے اس آپ بیتی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

میں جو کچھ محسوس کیا اور جن حالت کا سامنا کیا، ان کو اپنے قاری تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ ان کی کاوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں آنے والے آپ بیتی نگاروں نے "حیات نساخ" سے خوب استفادہ کیا۔

آپ بیتی کا فن صرف مرد حضرات تک ہی محدود نہیں بلکہ اردو زبان و ادب میں خواتین آپ بیتی نگاروں نے بھی بہت اچھی آپ بیتیاں تحریر کی ہیں۔ "بیتی کہانی" شہر بانو بیگم کی آپ بیتی ہے۔ یہ آپ بیتی ۱۸۵۷ء کی جنگ کے المناک واقعات کے تناظر میں تحریر کی گئی۔ "ہماری زندگی" بیگم پاشا صوفی کی تحریر ہے۔ اس میں مصنفہ نے اپنی ذات کے حوالے سے اپنے دور کے معاشرتی ماحول کی بہترین انداز میں عکاسی کی ہے۔ "ڈگر سے ہٹ کر" سعید و بانو احمد کی خود نوشت ہے۔ یہ تحریر فسادات میں گھری ہوئی ایک پریشان حال عورت کے حالات کی سچے انداز میں تصویر پیش کرتی ہے۔ قراۃ العین حیدر نے اپنی آپ بیتی "کار جہاں دراز ہے" کے عنوان سے دو جلدوں میں تحریر کی۔ انہوں نے اپنی آپ بیتی کو سوانحی ناول قرار دیا ہے۔ "جو رہی سو بے خبری رہی" ادا جعفری کی آپ بیتی ہے۔ یہ آپ بیتی ایک خاتون کے خیالات و احساسات کی بہترین ترجمانی کرتی ہے۔ اس آپ بیتی میں انہوں نے صرف اپنے اور اپنے دور کے حالات کی ہی عکاسی نہیں کی بلکہ نئی منزلیں دریافت کرنے کا عزم بھی ظاہر کیا ہے۔

کچھ آپ بیتیاں مزاحیہ انداز میں بھی تحریر کی گئی ہیں اور کچھ افسانوی انداز میں مزاحیہ انداز کی بات کی جائے تو "بجنگ آمد" از کرنل محمد خان کی اسی انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے سخت مراحل کو بھی دلچسپ اور مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں اور ہولناک واقعات کو مزاحیہ انداز میں پیش کر کے مسکرانے کے قابل بنانے کا فن کرنل محمد خان کے پاس ہے۔ آپ بیتی "علی پور کا ایلی" ممتاز مفتی نے افسانوی انداز میں تحریر کی ہے۔ اس آپ بیتی میں ممتاز مفتی نے کردار نگاری پر کافی توجہ مرکوز رکھی ہے۔ کم و بیش ۲۳۸ کرداروں کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

اردو ادب میں بہت سی بہترین آپ بیتاں بھی ملیں گی جن میں مصنفین نے بہترین انداز میں اپنی ذات کو پیش کیا ہے۔ کسی مبالغہ آرائی اور حقائق کو چھپانے سے کام نہیں لیا۔ کچھ ایسی بھی دیکھنے کو ملیں گی جن میں مصنف مبالغہ آرائی سے کام لے گیا ہے اور حقائق کو بھی چھپا گیا ہے۔ اصل میں تو سوانح کا فن انسان کی ذات اور احساسات و خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا نام ہے مگر جب اس میں دیانتداری نہ برتی جائے تو یہ صنف اپنی اہمیت بھی کھو بیٹھتی ہے۔ آپ بیتی کے اہم عناصر سچائی، شخصیت اور فن ہیں۔ اگر صداقت و سچائی ہی نہ رہے تو پھر خود نوشت کسی کام کی۔ خود نوشت صرف مصنف کی ذات کے حالات تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ مصنف کے خارجی حالات کا بھی احاطہ کرتی ہے، اس لیے مصنف کو چاہیے کہ خواہ وہ اپنے حالات پیش کر رہا ہو یا خارجی حالات کا احاطہ کر رہا ہو، صداقت سے کام لے۔ آپ بیتی میں مرکزی کردار کی حیثیت مصنف کو حاصل ہوتی ہے۔ باقی تمام کردار اور واقعات جزوی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یعنی آپ بیتی کا مفہوم ہے کہ مصنف اپنے حالات کو خود لکھے۔ آپ بیتی اصل میں سوانح نگاری ہی کی ایک قسم ہے۔

آپ بیتی کسی بھی شخص کے احوال و واقعات کا ہی مجموعہ نہیں ہوتی بلکہ اس شخص کے داخلی احساسات، عملی تجربوں اور زندگی کے نقطہ نظر کی ترجمان ہوتی ہے۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادب میں خود نوشت سوانح حیات ایک ایسی صنف ہے جس میں مصنف اپنی ذات، اپنے احساسات، اپنے حالات و واقعات، کیفیات اور تجربات کو دوسروں کے سامنے من و عن پیش کرتا ہے۔ یہ صنف اردو ادب میں کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔ آج کا دور ایسا دور ہے جہاں ہر دوسرا انسان الجھنوں اور مسائل کا شکار ہے۔ انسان دوسروں سے کچھ سیکھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ دوسری طرف ایسے بھی انسان موجود ہیں جن میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات کو دوسروں کے سامنے ظاہر کریں۔ تاکہ ان کی زندگی کے تجربات و واقعات سے دوسرے لوگ کوئی نہ کوئی سبق حاصل کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے سوانح نگاری اور آپ بیتی کو سہارا بنایا جا رہا ہے۔ آپ بیتی کے ذریعے زیادہ بہترین انداز میں اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادب میں اظہار ذات کی خواہش کی تکمیل کے لیے آپ بیتی سے بڑی اور کوئی صنف نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اطہر پرویز، ادب کا مطالعہ، علی گڑھ، اُردو گھر، ۱۹۶۴، ص: ۱۳۰

۲۔ نور الحسن ہاشمی، سید، ڈاکٹر، ادب کا مقصد، لکھنؤ، ہندوستان کتاب گھر، ۱۹۵۶، ص: ۱۴

۳۔ آکسفورڈ ایڈوانس لرنرز ڈکشنری، ایڈیشن ۱۹۹۶ء، ص: ۱۰۷

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

۴۔ ممتاز فاخرہ، ڈاکٹر، اردو میں سوانح نگاری کا ارتقا(۱۹۱۴تا۱۹۷۵ء)، دہلی، ۱۹۸۴، ص:۲۴

۵.Oxford advance learner's Dictionary of current English, oxford university press, ۱۹۹۸U,page: ۶۸

۶۔ احسان دانش، جہان دانش، لاہور، دانش آباد القائم آرٹ پریس، ۱۹۷۵ء، ص:۵۵۲

۷۔ عبدالقیوم، ڈاکٹر، حالی کی اردو نثر نگاری، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۴ء، ص:۲۰۰

۸۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، ولی سے اقبال تک، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص:۳۶۱

۹۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، وجہی سے عبدالحق تک، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص:۱۴۸-۱۴۹

۱۰۔ محمد طفیل، تصریحات، نقوش آپ بیتی نمبر، لاہور، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۶۴ء

۱۱.Encyclopedia Americana, Essay on Biography and autobiography Grolier Incorporated no.۲